رسائل و مسائل

تفہیم القرآن میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا ترجمہ

سوال :- تفہیم القرآن میں آپ نے الحمد للہ کا ترجمہ "تعریف اللہ کے لیے ہے" کیا ہے، حالانکہ مترجمین سلف وخلف نے اس کا ترجمہ "تمام خوبیاں اللہ کے لیے"، "ساری خوبیاں اللہ کے لیے"، "سب تعریف اللہ کے لیے ہے" کیا ہے۔ تفہیم القرآن کا ترجمہ کچھ نامکمل، یا ناتمام سا محسوس ہوتا ہے۔

جواب :- اُردو زبان میں "اللہ کے لیے تعریف ہے" اور "تعریف اللہ کے لیے ہے" کے درمیان معنی کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔ اللہ کے لیے تعریف ہے کے معنی صرف یہ ہوں گے کہ جس طرح دوسروں کے لیے تعریف ہوسکتی ہے اسی طرح اللہ کے لیے بھی ہے۔ لیکن جب "تعریف اللہ کے لیے ہے" کہا جائے گا تو مطلب یہ ہوگا تعریف جس چیز کا نام ہے وہ اپنے تمام مفہومات کے ساتھ اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے، کسی دوسرے کو یہ تعریف نہیں پہنچتی۔ میں نے اِس ترجمے میں بعینہٖ اُس مضمون کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے جو الحمد للہ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس اندازِ بیان کو اختیار کرنے سے وہ معنی زیادہ اچھی طرح ادا ہوجاتے ہیں جو دوسرے مترجمین نے "تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں"، یا ساری خوبیاں اللہ کے لیے ہیں"، یا "سب تعریف اللہ کے لیے ہے"، اور ایسے ہی دوسرے الفاظ سے ادا کرنے چاہے ہیں۔

نماز میں دُرود

سوال :- "آپ نے "خطبات" میں نماز کی تشریح کرتے ہوئے جو درود درج کیا ہے اس میں سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا کے الفاظ مسنون و ماثور درود سے زائد ہیں۔ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو درود منقول ہوا ہے اس میں یہ الفاظ نہیں پائے جاتے۔ ایک عالم دین نے اس پر

یہ اعتراض کیا ہے کہ مسنون درود سے زائد ان الفاظ کو نماز میں پڑھنا مکروہ ہے۔ آپ کے پاس اس کے لیے کیا سندِ جواز ہے؟

جواب:- اِس اضافے کو جو بزرگ مکروہ قرار دیتے ہیں وہ غالباً مسئلے کی نوعیت سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تشہّد کے پورے مسئلے کی تحقیق کی جائے۔

تشہّد کے متعلق صحیح ترین روایت وہ ہے جو حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے منقول ہوئی ہے۔ اس کو بیس سے زیادہ سندوں کے ساتھ محدثین نے نقل کیا ہے، اور تمام راویوں نے التحیات سے لے کر عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پوری عبارت یکساں نقل کی ہے، کسی روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ سے مختلف نہیں ہیں۔ اس کے باوجود یہ فیصلہ نہیں کر دیا گیا کہ نماز میں صرف یہی تشہّد پڑھا جائے۔ امام شافعی ابن عباسؓ کے تشہّد کو، اور امام مالک حضرت عمرؓ کے تشہّد کو افضل قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان کے الفاظ باہم بھی مختلف ہیں اور ابن مسعودؓ کی روایت سے بھی مختلف۔ ان کے علاوہ تشہّد کی بہت سی مختلف عبارتیں حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہؓ بن عمر، حضرت علیؓ، حضرت ابوموسیٰؓ اشعری، حضرت عائشہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت عبد اللہؓ بن زبیر، حضرت ابوحمیدؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت حسینؓ بن علی، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعیدؓ خدری، اور دوسرے صحابہؓ کرام سے احادیث میں روایت ہوئی ہیں۔ ان میں سے جس تشہّد کو بھی آدمی پڑھے اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ ابن عبد البرّ اور ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ مُباح میں اختلاف ہے، یعنی ان مختلف تشہّدات میں سے کوئی بھی غیر مباح نہیں ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ علماء کی ایک بڑی جماعت ہر اُس تشہّد کے پڑھنے کو جائز قرار دیتی ہے جو احادیث سے ثابت ہو۔

لیکن بات صرف یہیں تک نہیں رہتی کہ جو تشہّدات حدیث سے ثابت ہیں اُن میں سے کسی ایک کو پڑھ لینا جائز ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک جلیل القدر صحابی حضورؐ سے تشہّد کی ایک عبارت خود نقل کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں دو جگہ اضافہ کیا ہے۔ یہ حضرت عبد اللہؓ بن عمر ہیں۔ ابوداؤد اور دارقطنی میں ان کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کے بعد میں نے وَبَرَکَاتُہٗ کا، اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کا اضافہ کر دیا۔ مگر یہ بات میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمر کے اس فعل کو قابلِ اعتراض ٹھیرایا ہو۔

اب رہا تشہّد کے بعد کا مضمون، تو اس کے متعلق سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ اس کا پڑھنا سرے سے

لازم ہی نہیں ہے۔ ابوداؤد، مسند احمد، ترمذی اور دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضورؐ نے عبدہٗ و رسولہٗ تک تشہّد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا اذا قلتَ ھٰذا (او قضیتَ ھٰذا) فقد قضیتَ صلوٰتك، اِن شئتَ ان تقومَ فقُم وان شئتَ ان تقعد فاقعُد۔ "جب تم نے یہ پڑھ لیا (یا اس کو پورا کرلیا) تو تم اپنی نماز سے فارغ ہوگئے۔ اس کے بعد اُٹھ جانا چاہو تو اُٹھ جاؤ، اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو" یہ ارشاد اس باب میں بالکل صریح ہے کہ عبدہٗ و رسولہٗ پہ نماز مکمل ہو جاتی ہے، اس کے بعد آدمی کچھ نہ پڑھے تب بھی اس کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا، اور درود و دُعا تشہّد میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے زائد ایک چیز ہے۔

اس زائد چیز کا پڑھنا یقیناً مستحب ہے، لیکن اس کے لیے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی عبارت مخصوص نہیں کی ہے جس کے الفاظ مقرر ہوں اور ان میں کوئی کمی بیشی جائز نہ ہو۔ بخاری و مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی جو روایت منقول ہوئی ہے اس میں تشہّد کی عبارت بیان کرنے کے بعد وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ثم یتخیّر من المسألۃ ما شاء۔" پھر آدمی جو دُعا چاہے مانگے"۔ مسند احمد اور نسائی کی ایک روایت میں حضورؐ کے الفاظ یہ ہیں کہ ثم لیتخیّر احدکم من الدعاء اعجبہ الیہ فلیدعُ بہ ربّہٗ عزّ وجل۔" پھر تم میں سے ایک شخص کوئی دُعا انتخاب کرلے جو اُسے سب سے زیادہ پسند ہو، اور وہی اپنے ربِّ عزیز وجلیل سے مانگ لے"۔ اسی سے ملتے جلتے الفاظ بخاری اور ابوداؤد کی روایات میں آئے ہیں۔ اِن ارشادات سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ حضورؐ یہ تو پسند فرماتے ہیں کہ تشہّد کے بعد آدمی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے (جس میں درود شامل ہے کیونکہ وہ بھی ایک دُعا ہی ہے)، لیکن اس کے الفاظ کا انتخاب خود دُعا مانگنے والے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اب درود شریف کے مسئلے کو لیجیے۔ معترض کا کہنا یہ ہے کہ حضورؐ سے اُس کے جو الفاظ ماثور ہیں ان میں کوئی کمی بیشی کرنا مکروہ ہے۔ لیکن کیا واقعی فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ متفق علیہ ہے؟

امام ابوبکر بن مسعود کاشانی، جن کی کتاب بدائع الصنائع فقہ حنفی کی معتبر ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اِس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں ولا یکرہ ان یقول فیھا وارحم محمدًا عند عامۃ المشائخ، وبعضھم کرہ ذٰلك...... والصحیح انہ لا یکرہ۔ "اور درود میں وارحم محمدًا کہنا اکثر اکابر علماء کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور بعض اسے مکروہ کہتے ہیں..... مگر صحیح یہ ہے کہ وہ مکروہ نہیں"۔

درود میں سیدنا کا لفظ بڑھانے کے متعلق مشہور شافعی فقیہ شمس الدین الرّملی، جو چھوٹے شافعی کہلاتے تھے، اپنی کتاب نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج میں لکھتے ہیں والافضل الاتیان بلفظ السیادۃ ...... لان فیہ الاتیان بما أمرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب، فھو افضل من ترکہ۔ "اور افضل یہ ہے کہ (درود میں) لفظِ سیادت لایا جائے ...... کیونکہ یہ ایسی چیز کا لانا ہے جس کے لیے ہم مامور ہیں اور اس میں اُس امر واقعی کا مزید بیان ہے جو ادب ہے، لہٰذا اُس کو چھوڑنے سے اس کا ادا کرنا افضل ہے۔"

صرف درود ہی نہیں، تشہّد تک میں شوافع نے لفظ سیدنا کے اضافے کو نہ صرف جائز رکھا ہے بلکہ اسی پر ان کا عمل بھی ہے۔ چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں شافعی مذہب کا جو تشہّد درج کیا گیا ہے وہ اِن الفاظ پر ختم ہوتا ہے وَاَشھدُ اَنَّ سیّدَنا محمّدًا رسول اللّٰہ ، حالانکہ ابن عباس کے جس تشہّد کو امام شافعی نے اختیار کیا ہے اُس میں لفظ سیدنا نہیں پایا جاتا۔

علامہ ابن عابدین شامی کی کتاب ردّ المحتار فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے ہے۔ اس میں وہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے لیے رحمت کی دعا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض علما نے اللّٰھم ارحم محمدًا کہنے کو ناجائز کہا ہے، اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے، اور اسی دوسرے قول کو امام سَرَخسی نے ترجیح دی ہے۔ پھر درود میں لفظ سیدنا کے استعمال پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) مسلک کے خلاف ہے اور اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تشہّد میں کمی بیشی کو مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ اعتراض کمزور ہے، کیونکہ درود تشہّد پر زائد ایک چیز ہے، اُس میں شامل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص تشہّد میں اشھد ان سیدنا محمدًا عبدہ ورسولہ کہے تو یہ ضرور مکروہ ہے، لیکن تشہّد کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس میں یہ لفظ بڑھایا جا سکتا ہے۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں جو درود پڑھا جاتا ہے اس کا درود کے ماثور الفاظ ہی میں پڑھا جانا لازم نہیں ہے، اور ان ماثور الفاظ میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر درود میں اللّٰھم ارحم محمدًا، اور اللّٰھم صلّ علی سیدنا محمدٍ کہنا مکروہ نہیں ہے تو سیدنا کے ساتھ مولانا کہہ دینے میں کراہت کی کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے؟